پروفیسر محمد ایوب قادری

سندھ کی مذہبی، علمی اور سیاسی حالت پر ایک نظر

سندھ اور عرب کے تعلقات

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ سندھ اور عرب کے تعلقات آغازِ اسلام سے بہت پہلے سے تھے۔ عرب بحری تجارت کی وجہ سے سواحل سندھ و ہند سے خوب واقف تھے۔ بلکہ بمبئی گزیٹیر کے بیان کے مطابق تو اسلام سے پہلے ہی کچھ عرب چول (Chaul) کلیان (Kalyan) اور سپارا (Supara) میں آباد ہو گئے تھے۔ ظہورِ اسلام کے بعد بھی عربوں کی بحری تجارت کا سلسلہ قائم رہا۔ اور ان ہی تاجروں کے ذریعے سے سواحل ہند و سندھ، مالابار، کارومنڈل، گجرات، مالدیپ، سراندیپ لنکا اور جزائر شرق الہند میں اسلام پھیلا۔ بعض محققین کی یہ رائے ہے کہ سب سے پہلے اسلام مالابار میں داخل ہوا، اور اس پر تو تاریخ شاہد ہے کہ ۱۵ ھ میں خلیفۂ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں بحرین و عمان کے حاکم عثمان بن ابی العاص نے اپنے بھائی حکم بن ابی العاص ثقفی کو ایک فوج دے کر تھانہ بھیجا۔ یہ مقام آج بھی بمبئی کے قریب موجود ہے اور عثمان ہی نے اپنے دوسرے بھائی مغیرہ بن ابی العاص کی قیادت میں ایک فوج بھروچ اور دیبل کی طرف بھیجی۔ اس کے بعد عراق کے گورنر ابو موسیٰ اشعری نے ربیع بن زیاد کو مکران کی طرف بھیجا اور مکران پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ مورخین کا یہ خیال ہے کہ اسی زمانے میں یہاں کی جاٹ قوم مسلمان ہوئی۔ اور اس قوم کے بہت سے لوگ عراق و عرب چلے گئے۔ ان ہی نومسلموں میں امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کے بزرگ تھے جو نقل مکانی کر کے علاقہ سندھ سے عراق پہنچے۔ ربیع بن زیاد کے بعد ۲۳ ھ میں عبداللہ بن عامر آئے اور پھر تغلبی آئے۔ ان کا سندھ اور مکران کے راجگان سے مقابلہ ہوا۔ خلیفہ سوم سیدنا عثمان غنی رضی کے زمانے میں حکم بن جبلہ آئے۔ انھوں نے سندھ کے متعلق اپنے تاثرات کا بھی اظہار کیا ہے، ابن اثیر کی رائے ہے کہ حکم بن جبلہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی زمانہ پایا ہے۔

خلیفہ چہارم سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے عہد (۳۸ھ) میں حارث بن مرّہ قیقان تک پہنچے۔ جس کا موجودہ نام قلات ہے۔ حارث کی یہ مہم خوب کامیاب رہی۔ اس مہم کے نتیجے میں بہت سے اہل قلات مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت امیر معاویہ کے دور (۴۳ھ) میں عبدالعزیز بن سوار نے چار ہزار سپاہیوں کے ہمراہ دوبارہ قلات پر حملہ کیا۔ حدود سندھ پر عربوں کی یہ ابتدائی مہمات تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مستقل طور سے یہ سرزمین محمد بن قاسم ثقفی کی کوششوں سے ۹۳ھ/۷۱۲ء میں فتح ہوئی اور نورِ اسلام سے منور ہوئی۔ محمد بن قاسم نے راجا داہر کے راج کا خاتمہ کرکے مہران کی وادی میں اسلامی حکومت کا سنگِ بنیاد رکھا اور برصغیر پاک و ہند میں سندھ کو "باب الاسلام" ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

تبلیغِ اسلام

محمد بن قاسم نے ملک گیری اور قیام حکومت کے ساتھ ساتھ تبلیغ اسلام کے فرائض بھی اچھی طرح انجام دیے۔ مساجد اور دوسرے تربیتی ادارے قائم کیے۔ حجاج بن یوسف کی محمد بن قاسم کو واضح ہدایات تھیں کہ تبلیغ اسلام پر پوری توجہ دی جائے وہ اپنے ایک مکتوب میں لکھتا ہے:

"ہر یک را بکلمۂ اسلام استدعا کنید و ہر کہ بعز اسلام مشرف گردد اورا تربیت کنید" (چچ نامہ ص ۱۲۷/۱۳۶)

اس کا خاطر خواہ اثر ہوا، دیبل کی فتح کے بعد وہاں مسجد تعمیر کی گئی (فتوح البلدان ص ۴ ۶۱) اور مسلمانوں کی آبادی کا انتظام کیا گیا۔ دیبل کے بعض اعیان و اکابر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ چچ نامہ میں دو حضرات قبلہ بن مہتراج اور مولا نے دیبلی کے نام ملتے ہیں۔ قبلہ بڑا عاقل، ادیب اور منشی تھا۔ اسلام لانے کے بعد دیبل کی حکومت اس کے سپرد ہوئی۔ محمد بن قاسم جس شہر یا قصبے کو فتح کرتا وہاں سب سے پہلے مسجد کی بنیاد رکھتا۔ چچ نامہ میں نیرون (حیدرآباد) کے متعلق تحریر ہے کہ:

"مسجد بنا نمود و بانگ نماز و امام تعیین فرمود"

اسی طرح الرور کے متعلق فتوح البلدان میں لکھا ہے:

وضع علیہم الخراج بالسماو بنی مسجداً	الرور کے لوگوں پر خراج مقرر کیا اور مسجد کی بنیاد رکھی۔

ملتان میں بھی جامع مسجد تعمیر کی گئی اور ایک منارہ بھی بنوایا۔ ان حوالوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو

پہنچ جاتی ہے کہ محمد بن قاسم نے پوری توجہ اور ذمہ داری سے تبلیغ اسلام کا فرض انجام دیا اور مساجد و مدارس قائم کرکے مسلم معاشرے کو استحکام بخشا۔ اس نے خاص کام یہ کیا کہ سندھ کے بڑے بڑے زمینداروں اور ٹھاکروں کو تبلیغ کے دعوت نامے بھیجے ان میں سے بعض نے اسلام قبول کیا اور بعض نے خراج دینے پر آمادگی ظاہر کی۔ محمد بن قاسم کے حکمرانوں نے بھی حتی الوسع تبلیغ اسلام کے فرائض انجام دیے بلکہ کبھی کبھی تو براہِ راست دربارِ خلافت سے بھی سندھ کے راجاؤں اور زمینداروں کو تبلیغی خطوط پہنچتے تھے اور ان کا خاطر خواہ اثر ہوتا تھا۔

چچ نامہ کے بیان کے مطابق محمد بن قاسم کے ہمراہیوں میں قراء اور حدیث کے بعض عالم بھی تھے۔ ان میں موسیٰ بن یعقوب ثقفی خاص طور سے قابل ذکر ہیں جو ایک ممتاز عالم اور حدیث کے امام تھے وہ الرور کے قاضی مقرر ہوئے۔ بعد کو ان کا خاندان اوچ منتقل ہوگیا اور ایک مدت تک یہ خاندان علم و فضل کے لیے مشہور رہا۔

دیارِ سندھ میں دو تبع تابعی ابو موسیٰ اسرائیلی اور ربیع بن صبیح بصری بھی پہنچے۔ یہ دونوں مشہور تابعی حسن بصری کے شاگرد تھے۔ اول الذکر یعنی ابو موسیٰ صحیح بخاری کے رواۃ میں ہیں اور ربیع بن صبیح علم حدیث کے اجل امام ہیں اور یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے کتاب تصنیف کی۔ خلیفہ چلپی نے کشف الظنون میں لکھا ہے:

"ھُوَ اَوَّلُ مَنْ صَنَّفَ فِی الاسلام"

۹۹ھ/ ۷۱۷ء میں عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے انھوں نے بھی اکثر راجاؤں کو تبلیغی خطوط لکھے۔ بعض نے اسلام بھی قبول کیا۔ اسی طرح جب ۱۵۸ھ/ ۷۷۴ء میں مہدی تخت خلافت پر بیٹھا، تو اس کے تبلیغی خطوط کے جواب میں پندرہ راجاؤں نے اسلام قبول کیا (تاریخ سندھ ندوی ۱۶۱۲) پھر تو نوبت یہاں تک پہنچی کہ بعض راجاؤں کو خود اسلام کے متعلق تحقیق اور معلومات کا شوق ہوا۔ بزرگ بن شہریار نے عجائب الہند میں لکھا ہے کہ کشمیر بالا اور کشمیر زیریں کے علاقے کے ایک راجا مہروک بن رائک (رائق) نے منصورہ کے حاکم عبداللہ بن عمر کو ۲۷۰ھ، ۸۸۳ء میں ایک خط لکھا کہ مقامی زبان میں اسلام کے احکام اور قوانین کی تشریح کی جائے چنانچہ اس نے اس مقصد کے لیے ایک ایسے عراقی نژاد نوجوان کو بھیجا کہ جو مقامی زبان کا ماہر تھا اس نے راجا کی شان میں ایک قصیدہ لکھا اور نظم

میں اسلام کے عقائد بیان کیے، گویا سرزمین سندھ میں اسلام کے عقائد و تعلیمات کی سب سے پہلی کتاب وجود میں آئی۔ اس نوجوان عالم نے راجا کی خواہش پر قرآن کریم کے ایک حصّہ کی تفسیر بھی لکھی خیال یہ ہے کہ وہ راجا مسلمان ہو گیا تھا۔ دراصل یہ قرآن کی پہلی تفسیر تھی جو سندھ میں لکھی گئی اور قرینہ یہ ہے کہ یہ تفسیر سندھی زبان میں لکھی گئی ہوگی۔

اسلامی علوم کی ترقی

سندھ میں اسلامی حکومت کے قیام کے بعد دیبل، منصورہ، قصدار اور ملتان وہ خاص مقامات تھے جو مسلم تہذیب و تمدن اور اسلامی علوم و فنون کا مرکز بن گئے۔ منصورہ کے متعلق احسن التقاسیم کا مصنف لکھتا ہے:

"منصورہ سندھ کا سب سے بڑا شہر اور پایۂ تخت ہے۔ اس کی حیثیت دمشق کی طرح ہے۔ جامع مسجد اینٹ اور پتھر سے بنی ہوئی ہے۔ باشندے نرم خو اور با مروت ہیں۔ اسلام ان کے یہاں زندہ اور تروتازہ ہے یہاں علم اور علما کی کثرت ہے۔"

مذہبی اور علمی حالت کی مزید وضاحت کرتے ہوئے یہی مصنف لکھتا ہے:

"منصورہ میں اکثر اہل حدیث ہیں اور میں نے یہاں قاضی ابو محمد منصوری داؤدی کو دیکھا جو اپنے مذہب کے امام اور صاحبِ درس و تدریس ہیں اور انھوں نے متعدد اچھی اچھی کتابیں لکھی ہیں۔"

قاضی ابو محمدؒ منصوری کا ایک مدرسہ بھی تھا جس میں وہ درس دیتے تھے۔ مقدسی سندھ کی عام مذہبی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"سندھ کا کوئی بڑا شہر حنفی مذہب کے فقہا اور علما سے خالی نہیں، مگر مالکیہ، معتزلہ اور حنابلہ بالکل نہیں ہیں، یہ لوگ سیدھے راستے اور صحیح مسلک پر ہیں، نیک، پاکباز اور ان کے خصائل پسندیدہ ہیں۔"

اسلامی علوم و فنون کی ترقی اور اشاعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ سندھی الاصل باشندے بھی علوم اسلامی میں ماہر و کامل ہو گئے، تفسیر، حدیث اور فقہ میں ان لوگوں نے بہت امتیاز اور خصوصی حاصل کیا۔ ان میں ابو معشر بن عبدالرحمٰن سندھی (ف ۱۷۰ھ، ۷۸۶ء) ان کے فرزند ابو عبدالملک (ف ۲۴۴ھ، ۸۵۸ء) حافظ ابو محمد خلف بن سالم (ف ۲۳۱ھ، ۸۴۵ء) اور ابو نصر سندھی بڑے محدث اور فقیہہ گذرے ہیں جنھوں نے بغداد جیسے اسلامی مرکز میں علم و فضل کی مسند کو زینت بخشی اور

شہرت و ناموری حاصل کی ۔ اسی طرح شعر و ادب کی دنیا میں ابو العطاء سندھی ، ابو اسحاق رف ۔ ۲۳۵ھ ۸۴۹ء) ابو ضلع سندھی ، منصور ہندی ، سندھی بن صدقہ ، کشاجم سندھی اور ہارون عبید اللہ ملتانی وغیرہ کے اسمائے گرامی بقائے دوام کا درجہ رکھتے ہیں اور ان میں سے اکثر حضرات صاحب تصنیف و تالیف ہیں ۔ ان کاملانِ فن میں ابو العطاء سندھی وہ خوش قسمت شخص ہیں جن کا کلام دستبردِ زمانہ سے محفوظ رہ گیا ۔ ابو العطاء کا مجموعۂ کلام سندھی ادبی بورڈ نے نہایت اہتمام سے شائع کیا ہے

محمد بن قاسم کے بعد دوسرے ولاۃ و حکام کے ہمراہ بھی اکثر محدثین و علما سندھ میں آتے اور انھوں نے درس و تدریس کے فرائض انجام دیے اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں حصہ لیا ۔

تہذیبی اور علمی مراکز

برِ صغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کا دوسرا دَور غزنوی فتوحات سے شروع ہوتا ہے ۔ غزنوی عہد میں بالائی سندھ کے مشہور شہر اوچ میں شیخ صفی الدین گازرونی (۳۹۸ھ ، ۱۰۰۸ء) پہنچے ۔ وہ مشہور صوفی بزرگ خواجہ ابو اسحاق گازرونی کے بھانجے اور مرید تھے ۔ یہ پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے اوچ میں خانقاہ اور مدرسہ قائم کیا اس مدرسہ میں ہزاروں طالب علم تعلیم پاتے تھے ۔ اس کے بعد ناصر الدین قباچہ کے زمانے (۶۰۷ھ ، ۱۲۱۰ء تا ۶۲۵ھ ، ۱۲۲۸ء) میں اوچ میں علم و فضل کا خوب دَور دورہ رہا ۔ اس زمانے میں اوچ علمی اور سیاسی اعتبار سے دلی کی ٹکر کا تھا ۔ مشہور مورخ قاضی منہاج سراج نے اس شہر کو "حضرت اوچ" سے خطاب کیا ہے ۔ قباچہ کے عہد میں اوچ میں بڑے بڑے فضلاء اور شعرا و حکما علم و فضل اور شعر و ادب کی مجلسیں جمائے ہوئے تھے ۔ تاتاریوں کی غارت گری اور دہشت انگیزی سے بھاگ کر لوگ اوچ پہنچتے اور قباچہ کے انعام و اکرام سے سرفراز ہوتے ۔ قباچہ نے اوچ میں ایک دار العلوم فیروزی قائم کیا ۔ طبقاتِ ناصری کے مؤلف قاضی منہاج سراج جمادی الاول ۶۲۴ھ ، ۱۲۲۷ء میں اوچ پہنچے اور چھ ماہ بعد ماہ ذی الحجہ میں مشہور دار العلوم فیروزی ان کے سپرد ہوا ۔ قباچہ نے ایک مدرسہ مشہور عالم قاضی قطب الدین کاشانی کے لیے ملتان میں بنوایا ۔ قاضی کاشانی ایسے عظیم المرتبت عالم تھے کہ شیخ طریقت بہاء الدین زکریا ملتانی ان کے اقتدا میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے ۔ جب قاضی کاشانی دہلی پہنچے تو شمس الدین التتمش نے ان کا

بڑا اعزاز فرمایا۔

قباچہ کا وزیر عین الملک بھی معارف پرور، علم دوست اور علماء و فضلا کا بہت قدردان تھا۔ تذکرہ لباب الالباب کا مؤلف سدید الدین عوفی اس معارف پرور وزیر کے الطاف و عنایات کا خاص طور پر معترف ہے۔ عوفی کا تذکرہ عین الملک کی سرپرستی میں لکھا گیا۔ عوفی کی دوسری تصنیف جامع الحکایات ولوامع الروایات ناصر الدین قباچہ کی تحریک پر شروع ہوئی۔ مگر اس کے مکمل ہونے سے پہلے ہی قباچہ کی کتابِ حیات ختم ہوگئی۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ مشہور شاعر اختر شیرانی نے کیا ہے۔ اور اسے انجمن ترقی اردو نے شائع کیا ہے۔ ناصر الدین قباچہ کے عہد میں پاکستان کی سب سے پہلی تاریخ چچ نامہ (فتح نامہ سندھ) عربی سے فارسی میں منتقل ہوئی۔ اور وزیر عین الملک کے نام پر معنون کی گئی اس کتاب کا مؤلف محمد بن علی بن حامد کوفی اپنے وطن کوفہ سے اوچ آیا اور اس نے اس کتاب کا عربی نسخہ مولانا کمال الدین سے حاصل کرکے فارسی میں منتقل کیا۔ اصل فارسی کتاب ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ کے ترتیب و حواشی کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب کا انگریزی، سندھی اور اردو ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔ اسی زمانے میں الفرج بعد الشدۃ کا ترجمہ ہوا اور عوفی کے قول کے مطابق فارسی شعراء کا سب سے پہلا تذکرہ جس کو "دیوان" کہا گیا ہے۔ سرزمین سندھ میں ترتیب پایا۔ اس زمانے کے فارسی شاعری کے نمونے لباب الالباب میں ملتے ہیں خود عوفی کا وہ قصیدہ جو قلعہ بھکر کی فتح پر اس نے لکھا ہے وہ اس زمانے کی ایک تاریخی دستاویز ہے۔

صوفیہ اور اہل اللہ

سرزمین سندھ نامی گرامی صوفیہ اور اہل اللہ کا ملجاء و مسکن رہی ہے بعض روایات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شاید اس علاقہ میں کچھ صحابی بھی آئے ہوں۔ مگر قدیم زمانے میں جو صوفیہ عرب، عراق اور عجم سے وارد پاکستان و ہند ہوئے ان میں سے اکثر سرزمین سندھ سے گذرے اور ان میں سے بہت سے سندھ ہی میں سکونت پذیر ہو گئے، شیخ بو ترابی، مخدوم نوح بھکری اور شیخ عثمان مرندی لعل شاہ باز قلندر وغیرہ سرزمین سندھ میں آرام فرما ہیں، مخدوم نوح بھکری کے ہم نام مخدوم نوح ہالائی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے دسویں صدی ہجری میں فارسی زبان میں قرآن کریم کا

ترجمہ کیا جو آج بھی موجود ہے اس کتاب کا پہلا سیپارہ بطور نمونہ ڈاکٹر غلام مصطفٰی خاں صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی نے شائع کیا ہے بعض روایات میں حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کے سندھ (سیوہن) پہنچنے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ بابا فرید الدینؒ گنج شکر کا اوچ اور سیوہن میں آنا اور یہاں کے بزرگوں سے ملاقات کرنا تاریخی حقیقت ہے، شیخ زکریا سندھی اور شیخ عصارہ سندھی، سندھ میں باباصاحب کے دو مشہور خلیفہ ہیں۔ چشتیہ سلسلہ کے مشہور شیخ طریقت حضرت نصیر الدین چراغ دہلی تھٹہ سندھ میں تشریف لائے اور محمدؐ تغلق کے انتقال کے بعد انھوں نے فیروز شاہ تغلق کے سر پہ تاج شاہی رکھا۔ برصغیر پاک و ہند میں سہروردی سلسلہ کے بانی شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی شیخ نوح بھکری سے ملاقات کے لیے بھکر آئے۔ مگر شیخ نوح کا انتقال ہو چکا تھا لہٰذا وہ ملتان چلے گئے لیکن ان کا سلسلۂ آمد ورفت سندھ میں برابر رہا۔ بخاریانِ پاکستان و ہند کے جدِ اعلیٰ شیخ جلال بخاری سُرخ، بخارا سے بھکر آئے اور یہیں کے ایک بزرگ بدرالدین کی صاحبزادی کے ساتھ ان کا عقد ہوگیا، ان کے صاحبزادے سید احمد کبیر اور پوتے مخدوم جہانیاں جہاں گشت ہوئے۔ ان بزرگوں کا مرکز رشد وہدایت اوچ تھا۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے زمانے میں اوچ مرکز علم وعرفان تھا، جمال خندان رُو مشہور محدث کا درسِ حدیث جاری تھا پھر مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے فیوض وبرکات کا ظہور رہا۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا تعلق سندھ سے بہت گہرا رہا۔ ان ہی کی کوششوں سے سلطان فیروز شاہ اور امرائے سندھ کے درمیان صلح ہوئی۔ شیخ تاج الدین بھکری ان کے خلیفہ تھے جو بھکر کے مشہور ولی کامل گذرے ہیں۔ مخدوم جہانگیر اشرف سمنانی بھی سندھ سے گذرے ہیں، وہ حضرت جہانیاں جہاں گشت کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔

سید احمد کبیر کے خلفا میں شیخ جلال مجرد خاص طور سے مشہور ہیں۔ انھوں نے اوچ سے جا کر بنگال و سلہٹ میں اسلام کی شمع روشن کی اور ان ہی کی کوششوں سے اس دُور دراز کفرستان میں نورِ اسلام پھیلا۔

سندھ کے آخری دَور کے بزرگوں میں شاہ عبداللطیف بھٹائی اور سچل سرمست بہت مشہور اور نامور ہوئے ہیں۔ ان بزرگوں نے اپنے کلام سے علم وعرفان کی خوشبو پھیلائی ہے۔

سرزمین سندھ کے بہت سے صوفیہ ومشائخ پاکستان وہند کے مختلف علاقوں اور شہروں

میں سکونت پذیر ہوئے اور انھوں نے وہاں تبلیغ و تذکیر کے مراکز قائم کر دیے ۔ شیخ جلال مجرد سلہٹی کا ذکر گذر چکا ہے ۔ سی ۔ پی کا مشہور شہر برہان پور، سندھی صوفیہ و علما کی بدولت علم و عرفان کا مرکز بن گیا ان میں بڑے بڑے شیخ طریقت اور ارباب علم و فضل گذرے ہیں ۔ شیخ ابراہیم سندھی، سید ابراہیم قادری بھکری، شیخ عبدالرحیم، شیخ مبارک سندھی، ملا محب علی سندھی، شیخ قاسم، شیخ محمد طاہر محدث اور شیخ عیسیٰ جند اللہ (ف ۱۰۳۱ھ، ۱۶۲۱ء) کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں ۔ شیخ محمد طاہر صاحب بحار الانوار مشہور و معروف محدث ہیں، شیخ عیسیٰ جند اللہ مشہور صوفی، عالم اور مفسر قرآن تھے ۔ انھوں نے قرآن کریم کی تفسیر انوار الاسرار کے نام سے چار جلدوں میں لکھی ہے ۔ برہان پور کے سندھی اولیا کے حالات پر ایک مستقل کتاب مولانا مطیع اللہ راشد صاحب نے لکھی ہے جسے سندھی ادبی بورڈ نے شائع کیا ہے ۔ لاہور کے مشہور بزرگ حضرت میاں میر (ف ۱۰۴۵ھ، ۱۶۳۵ء) سرزمین سندھ کے رہنے والے تھے ۔ انھوں نے لاہور میں علم و عرفان کی مجلس برپا کی، شاہانِ مغلیہ میں جہانگیر، شاہجہان اور دارا شکوہ ان کے حلقہ عقیدت میں شامل تھے ان کے مشہور خلیفہ ملا بدخشی گذرے ہیں جن کا مرید دارا شکوہ تھا ۔ اکبری دور کے مشہور عالم ملا مبارک بھی سرزمین سندھ کی پیداوار تھے ان کے نامور بیٹے فیضی اور ابوالفضل تھے جو اکبر کے مشیر خاص اور معتمد کل تھے ۔ آخر زمانے میں ایک سندھی بزرگ صوفی عبدالرحمٰن موحد (ف ۱۲۵۹ھ، ۱۸۴۳ء) تھے جو کوٹ مخدوم عبدالحکیم (شکارپور سندھ) کے رہنے والے تھے ۔

سندھ و ہند کے اساتذہ سے علم حاصل کرنے کے بعد وہ فرنگی محل کے مشہور استاد ملا عبدالعلی بحر العلوم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ صوفی عبدالرحمٰن چشتیہ سلسلہ کے مشہور بزرگ تھے ۔ انھوں نے اپنی تمام عمر لکھنؤ میں مخلوق کی اصلاح و ہدایت میں گذار دی ۔ وحدت الوجود کے بڑے مبلغ و منادی تھے ان کی تصانیف میں رسالہ کلمۃ الحق بہت مشہور رہے ۔

علما و محدثین

اسی طرح سرزمین سندھ سے بڑے بڑے نامور علما اور محدثین پیدا ہوئے کہ جنھوں نے عراق، عرب مصر و یمن میں مسند علم و فضل کو زینت بخشی اور حدیث کا درس جاری کیا ۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور بعض دوسرے محدثین کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ۔ حدیث کے نامور امام اوزاعی بھی اصلاً سندھی تھے ۔ امام اوزاعی ایک فقہی مذہب کے بانی ہیں ۔ اندلس میں ایک مدت تک ان کے مقلدین موجود

رہے ۔ امام مالک اور سفیان ثوری ان کے شاگردوں میں ہیں ۔ ابو محمدؒ خلف بن سالم سندھی ایسے نامور محدث تھے کہ جن کو ذہبی اور ابن حجر عسقلانی نے "حافظ الحدیث" کے لقب سے یاد کیا ہے ۔ اسی طرح نصر اللہ بن احمد سندھی ، ابو نصر فتح بن عبداللہ سندھی نے بغداد و عراق میں علم وحدیث کی نمایاں خدمات انجام دیں ۔

ابتدائی زمانے میں دیبل اور منصورہ وغیرہ محدثین کے بڑے مراکز تھے ۔ ان مقامات کے بہت سے محدثین خلف بن محمد دیبلی ، ابو جعفر محمد بن ابراہیم دیبلی ، ابراہیم بن محمد دیبلی ، ابو الغنم شعیب بن محمد دیبلی ابو العباس محمد بن محمد دیبلی ، ابو العباس احمد بن عبداللہ دیبلی ۔ احمد بن محمد قاضی منصوری ، ابو محمد عبداللہ بن جعفر منصوری وغیرہ مشاہیر زمانہ ہیں کہ جنھوں نے عراق و عرب میں حدیث کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں ۔ اس سلسلہ میں آخری دور کے تین نامور محدثین مخدوم ابو الحسن ٹھٹوی ، مخدوم رحمت اللہ سندھی اور مخدوم محمد عابد سندھی کا ذکر ضروری ہے ۔

مخدوم ابو الحسن کبیر ٹھٹہ میں پیدا ہوتے اور وہیں کے علماء سے علم حاصل کیا پھر مدینہ منورہ ہجرت کر گئے ۔ انھوں نے وہاں مدرسۃ الشفا کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا جو مدینہ منورہ میں آج تک موجود ہے ۔ مدرسہ کے ساتھ ایک کتب خانہ بھی ہے ۔ مخدوم ابو الحسن حدیث کے محقق اور حافظ تھے ۔ صحاح ستہ پر انھوں نے حواشی لکھے ہیں جو شائع ہو چکے ہیں ۔

شیخ محمدؒ حیات سندھی (ف ۱۱۶۳ھ / ۱۷۴۹ء) عادل پور ضلع سکھر کے رہنے والے تھے تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے بعد وہ مدینہ منورہ ہجرت کر گئے ، نامور محدثین ابو الحسن کبیر سندھی ، شیخ عبداللہ بن سالم اور شیخ ابو طاہر کورانی سے علمِ حدیث پڑھا اور اپنے استاد ابو الحسن کے انتقال کے بعد ۲۴ سال درسِ حدیث دیا ، وہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں ، علامہ غلام علی آزاد بلگرامی اور شیخ فاخر الہ آبادی جیسے اکابر ان کے شاگرد ہیں ۔ شیخ فاخر کہتے ہیں :

شیخ الاسلام عصر و علامہ　　　　در فنونِ حدیث فہامہ
موشگاف دقائق ایماں　　　　رازدانِ حقائقِ ایماں

شیخ محمد عابد سندھی (ف ۱۲۵۷ھ) سیوہن میں پیدا ہوئے ، علمائے زبید اور یمن سے علم حاصل کیا ۔ ان کے علم و فضل اور اخلاق و عادات کو دیکھ کر وزیر یمن نے اپنی لڑکی کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا اور وہ امام یمن کی طرف سے مصر کی سفارت پر مامور ہوئے ۔ انھوں نے آخر میں مدینہ میں سکونت

کرلی اور خدیو مصر کی طرف سے رئیس العلما مقرر ہوئے ۔ حدیث کا درس دیتے تھے ۔ فقہ حنفی کے بڑے عالم تھے ان کی تصانیف میں مواہب اللطیفہ علی مسند الامام ابی حنیفہ، طوالع الانوار علی الدر المختار وغیرہ مشہور ہیں ۔

بارھویں صدی ہجری میں جب دہلی میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی اصلاحی و علمی تحریک شروع کی تو اس زمانے میں سندھ میں مخدوم ابوالقاسم نقشبندی، مخدوم محمد ہاشم، شاہ عبداللطیف بھٹائی مخدوم محمد معین ٹھٹوی اور خواجہ محمد زمان لواری والے جیسے علما و صوفیہ سندھ میں علم و عرفان کی شمع روشن کیے ہوئے تھے ۔ جب ہم شاہ ولی اللہ اور سندھ کے بزرگوں کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں تین جلیل القدر فضلا کے نام ملتے ہیں کہ جن سے شاہ ولی اللہ کے براہ راست تعلقات رہے ۔ اُن میں پہلے شخص شیخ القرا قاری محمد فاضل سندھی ہیں جو فن قرآت میں شاہ ولی اللہ کے استاد ہیں ۔ ۱۱۵۴ھ میں شاہ صاحب نے ان سے استفادہ کیا ۔ دوسرے مخدوم محمد معین سندھی صاحب الدراسات ہیں جنھیں شاہ ولی اللہ نے حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی ۔ تیسرے بزرگ محمد شریف بن خیر اللہ سندھی ہیں جنھوں نے شاہ صاحب سے باطنی فیوض اور خرقہ خلافت حاصل کیا ۔

یہ بات بھی سرزمین سندھ کے لیے مقدر ہو چکی تھی کہ حکمت ولی اللہی کی نشر و اشاعت اسی سرزمین سے ہو ۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا نام مولانا عبیداللہ سندھی کا ہے کہ انھوں نے حکمت و فلسفہ ولی اللہی کو روشناس کرایا ۔ اور پھر نومبر ۱۹۴۶ء میں ٹھٹھ کے ایک بخاری خاندان کی مخیر خاتون بی بی زینب النسا زوجہ سید عبدالرحیم شاہ (ف ۱۹۴۷ء) نے اپنے خسر سید محمد رحیم شاہ کے نام پر اس مقصد کے لیے گیارہ سو ایکڑ زمین وقف کی اور اس طرح شاہ ولی اللہ اکیڈیمی وجود میں آئی ۔ اس اکیڈیمی سے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے سلسلہ میں ایک درجن کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور ایک تحقیقی و علمی مجلہ الرحیم ماہانہ شائع ہوتا ہے ۔ حیدرآباد (سندھ) میں اکیڈیمی کا دفتر ہے ۔

سیاسی تحریکیں

جنگ آزادی اور ملکی تحریکات میں بھی سندھ پیش پیش رہا ہے ۔ اس علاقہ میں تحریک آزادی کے بانی پیر صبغۃ اللہ اوّل تھے ۔ جنھوں نے حُر تحریک کی بنیاد رکھی ۔ انھوں نے سید احمد شہید کی تحریک کی

حمایت و مدد کی، سید صاحب پیر صبغۃ اللہ پر بہت اعتماد فرماتے تھے۔ انھوں نے اپنے اہل وعیال کو ان کے یہاں ٹھہرانے کی اجازت دی۔ پیر صبغۃ اللہ ثانی نے براہِ راست انگریزوں سے ٹکر لی، ان کا مقابلہ کیا اور جان نچھاور کر دی۔

جنگِ آزادی کے دوسرے نامور مجاہد مولانا عبید اللہ سندھی تھے جنھوں نے شیخ الہند مولانا محمود الحسن کی قیادت میں ملک کو جنگِ آزادی کے لیے تیار کیا۔ مولانا عبید اللہ سندھی کی ابتدائی تعلیم و تربیت سندھ میں بھرچونڈی والے پیر محمد صدیق نے فرمائی۔ اس کے بعد امروٹ کے عالم و شیخ طریقت مولانا ابوالحسن تاج محمود نے ان کی تربیت کی، مولانا سندھی نے سندھ کے مشہور عالم و مجاہد مولانا رشید الدین صاحب العلم ثالث سے بھی فیض حاصل کیا۔

مولانا سندھی نے ملک کی آزادی کے لیے بہت قربانیاں دیں۔ انھوں نے افغانستان کو ہجرت کی وہاں قومی گورنمنٹ قائم کی۔ روس اور ترکی کی خاک چھانی۔ ریشمی رومال کی تحریک میں مرکزی کردار ادا کیا۔ ریشمی رومال کی تحریک کے سلسلہ میں سندھ کے تین نام اور قابلِ ذکر ہیں۔ شیخ عبدالرحیم سندھی عبدالعزیز قندھاری اور شیخ ابراہیم سندھی، شیخ عبدالرحیم مشہور کانگریسی لیڈر اچاریہ کرپلانی کے بڑے بھائی تھے۔ انھوں نے سندھ میں تبلیغ اسلام کا خوب کام کیا، عبدالعزیز ترک وطن کر کے قندھار پہنچے اور شیخ ابراہیم سندھی نے افغانستان و روس کے راستہ میں انتقال کیا۔

خلافت کی تحریک کو سندھ میں سب سے زیادہ فروغ پیر راشد اللہ صاحب العلم رابع، پیر تراب علی شاہ، مولانا محمد صادق، مولوی عبدالکریم درس اور سر عبداللہ ہارون نے دیا اور اس تحریک کو پروان چڑھایا۔ تحریک ترکِ موالات اور ہجرت کے سلسلہ میں سندھ پیش پیش تھا اور افغانستان کے لیے سب سے پہلا دستہ لاڑکانہ سے جان محمد جونیجو کی قیادت میں روانہ ہوا، جس میں ساڑھے سات سو مہاجرین تھے۔ چونکہ افغانستان سندھ سے قریب تھا اس لیے یہاں سے بڑی تعداد میں لوگوں نے ہجرت کر کے اس تحریک کو کامیاب بنایا۔ صرف قصبہ مٹیاری کے سینکڑوں باشندوں نے ہجرت کی۔

تحریک آزادی کے سلسلہ میں مولانا محمد صادق کھڈہ والے (کراچی) کا ذکر بھی بہت ضروری ہے، مولانا محمد صادق، مولانا محمود الحسن کے شاگرد، خلافت کی تحریک کے سرگرم کارکن اور جمعیۃ العلما صوبہ سندھ

کے صدر تھے۔ وہ مولانا محمود الحسن کی تحریک کے خاص رکن تھے۔ انھوں نے قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ ان کا مدرسہ مظاہر العلوم دیارِ سندھ میں تقریباً پون صدی سے مذہبی و دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔ دراصل اس مدرسہ کو دارالعلوم دیوبند کی شاخ سمجھنا چاہیے۔

اسی طرح مسلم لیگ اور پاکستان کی تحریک میں بھی سندھ پیش پیش رہا ہے۔ برصغیر کی مسلم سیاست اور قیام مسلم لیگ کی اساس اکتوبر ۱۹۰۶ء کا وہ مشہور شملہ وفد ہے جو وائسرائے ہند سے ملا تھا اور اس وفد کی قیادت سندھ کے نامور فرزند ہز ہائی نس سر آغا خاں (سوم) نے کی تھی۔ بانیٔ پاکستان حضرت قائد اعظم محمد علی جناح کا مولد اور ان کی آخری آرام گاہ کراچی ہے۔ مسلم لیگ کا قیام ۱۹۰۶ میں ڈھاکہ میں ہوا۔ مگر مسلم لیگ کا پہلا باقاعدہ اجلاس ۱۹۰۷ میں کراچی میں ہوا جس کی صدارت آدم جی پیر بھائی نے کی۔ اس طرح آل انڈیا مسلم لیگ کا آخری اجلاس ۱۹۴۴ء میں قائد اعظم محمد علی جناح کی صدارت میں کراچی میں ہوا۔ اس کے بعد تحریک پاکستان میں خاصا رنگ آیا۔ شاید یہاں یہ ذکر بھی بے محل نہ ہو کہ پاکستان کا ریزولیشن سب سے پہلے پراونشل مسلم لیگ سندھ کے اجلاس منعقدہ کراچی ۱۹۳۹ میں شیخ عبدالمجید سندھی نے پیش کیا جو باقاعدہ طور پر ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ کو لاہور کے آل انڈیا اجلاس میں پیش ہو کر پاس ہوا اور سندھ کے مشہور شہر کراچی ہی کو یہ فخر حاصل ہوا کہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ کو قائد اعظم محمدؐ علی جناح کو حکومت کے اختیارات منتقل ہوئے اور پاکستان وجود میں آیا۔

یہ ایک ہلکا سا جائزہ سندھ کی علمی مذہبی اور سیاسی خدمات کا ہے کہ ملتِ اسلامیہ ہند و پاکستان کے دوش بدوش سندھ نے کیا کردار ادا کیا ہے۔

اسلام کی بنیادی حقیقتیں

اس کتاب میں ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ کے چند رفقا نے اسلام کی بنیادی حقیقتوں پر بحث کی ہے۔

قیمت : ۳ روپے

پتہ : سکریٹری ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ لاہور